مقدمہ شعر و شاعری کے اہم نقاد

عالیہ امام

ABSTRACT:

Urdu Criticism takes its proper start from "Muqadma-e-Shairo Shairy" by Altaf Hussain Hali. This book was published in 1893. It was basically the preface of Hali's Diwan. Hali wrote it for the justification of his new concept of poetry. He wanted to reform the taste of poetry during his age. "Muqadama-e-Shairo Shairy was appreciated greatly as well as it faced the storm of criticism too.

This article gives an overview of criticism on Hali's "Muqadama". It indicates the two waves of criticism (i) In favour of Hali (ii) Disfavour of Hali. In this article critics opinions have been analysed and judged with the comparison of Hali's statements. It also highlights the importance of "Muqadama".

مقدمہ شعر و شاعری ۱۸۹۳ء میں نامی پریس کانپور سے شائع ہوا۔ یہ دراصل **دیوان حالی** کا مقدمہ تھا۔ جس میں حالی نے اپنی جدید طرز کی شاعری کا جواز پیش کیا تھا۔ مقدمے کے پہلے حصے میں نظری مباحث ہیں اس میں حالی نے شعر کی تاثیر، شاعری کا سوسائٹی پر اثر، شاعری کی شرطیں وغیرہ جیسے مباحث بیان کیے ہیں۔ دوسرے حصے میں اردو اصنافِ سخن پر تبصرہ کیا گیا ہے اور اردو کی بعض مقبول اصناف مثلاً غزل، قصیدہ، مثنوی وغیرہ کے بارے میں اصلاحات کی تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ **مقدمہ شعروشاعری** سے حالی کے تنقیدی افکار واضح ہوتے ہیں۔

حالی ادب کے مقصدی اور افادی نقطۂ نظر کے حامی تھے۔ وہ شعروسخن میں تبدیلیوں کی ضرورت محسوس کرتے تھے اور ادب کا رشتہ زندگی کے حقائق سے جوڑنا چاہتے تھے۔ اس دور کی شاعری محدود خیالات کے دائرے میں مقید ہو کر رہ گئی تھی۔ حالی اس محدود دائرے کو وسعت بخشنا چاہتے تھے اسی لیے انھوں نے ادب کا تنقیدی نقطۂ نگاہ سے جائزہ لیا۔ **مقدمہ شعر و شاعری** سے ہی باقاعدہ اردو تنقید کا آغاز ہوتا ہے اس میں پہلی مرتبہ ادب کو پرکھنے

کے باضابطہ اصول پیش کیے گئے۔(۱)

مقدمہ شعر و شاعری سے اردو تنقید کا باضابطہ آغاز ہوا اس حوالے سے اس کتاب کی اہمیت مسلّمہ ہے۔ حالی کے اس اوّلین تنقیدی کارنامے کو ناقدین نے سراہا بھی اور تعریف و تحسین کے ساتھ ساتھ اس پر تنقید بھی ہوتی رہی ہے۔ **مقدمہ شعر و شاعری** کے اہم ناقدین میں کلیم الدین احمد، ڈاکٹر وحید قریشی، احسن فاروقی، وارث علوی اور ممتاز حسین شامل ہیں۔ حالی کے بعض تصورات کا ان ناقدین نے استحسان کیا ہے اور بعض نظریات کے متعلق اختلافِ رائے بھی موجود ہے جو تنقید میں بالعموم ہوتا رہتا ہے۔ مذکورہ بالا ناقدین نے **مقدمہ شعر و شاعری** سے متعلق جو تنقیدی آراء دی ہیں اور جو اعتراضات پیش کیے ہیں ان کو مختصراً دیکھتے ہیں۔

مقدمے کا نظری حصہ اور اس پر تنقید:

حالی نے شعر و ادب اور اخلاق کے باہمی تعلق پر روشنی ڈالی کہ سوسائٹی کے مذاق کا ادب پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ جس طرح کا معاشرتی اخلاق ہوتا ہے ویسا ہی انداز شعر و ادب میں دَر آتا ہے۔ حالی شعر و ادب کو اخلاق کی ترویج کا ذریعہ سمجھتے تھے اسی لیے شعر و ادب کو اخلاق کا نائب مناب اور قائم مقام قرار دیا۔ حالی نے نیچرل شاعری کا تصور پیش کیا کہ شاعری روزمرہ و محاورہ کے مطابق ہونی چاہیے اور اس میں خلافِ عقل یا عادت کوئی بات نہ پائی جائے۔ حالی شاعری کو مبالغے سے پاک کرنے کے خواہاں تھے اور لفظی شعبدہ بازی اور مصنوعی اندازِ شاعری کے خلاف تھے۔ حالی نے نیچرل شاعری کے خیالات مغرب سے مستعار لیے۔ **مقدمہ شعر و شاعری** میں حالی نے مغربی تصورات سے اخذ کردہ نکات بیان کیے ہیں لیکن اکثر مقامات پر حوالے درج نہیں کیے کہ ان کی عبارت کا اصل مآخذ کیا ہے۔ ممتاز حسین ''حالی کے شعری نظریات ایک مطالعہ'' میں حالی کے مقدمے کی چند عبارات مع اصل مآخذ درج کرتے ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ حالی نے یہ خیالات کہاں سے مستعار لیے ہیں۔ حالی کی عبارت ہے:

> ''ہر زبان میں نیچرل شاعری ہمیشہ قدما کے حصے میں رہی ہے۔ مگر قدما کے اوّل طبقہ میں شاعری کو قبولیت کا درجہ حاصل نہیں ہوتا۔ انھیں کا دوسرا طبقہ اس کو سڈول بناتا ہے اور سانچے میں ڈھال کر اس کو خوش نما اور دل ربا صورت میں ظاہر کرتا ہے مگر اس کی نیچرل حالت کو اس کی خوش نمائی اور دل ربائی میں بھی بدستور قائم رکھتا ہے۔ ان کے بعد متاخرین کا دور شروع ہوتا ہے۔ اگر یہ لوگ قدما کی تقلید سے قدم باہر نہیں رکھتے اور خیالات کے اسی دائرہ میں محدود رہتے ہیں جو قدماء نے ظاہر کیے تھے اور نیچر کے اس منظر سے جو قدما کے پیش نظر تھا۔ آنکھ اٹھا کر دوسری طرف نہیں دیکھتے تو ان کی شاعری رفتہ رفتہ نیچرل حالت سے تنزل کرتی ہے یہاں تک کہ وہ نیچر کی راہ راست سے بہت دور جا پڑتے ہیں۔''

ممتاز حسین محولہ بالا خیالات کو ورڈز ورتھ سے ماخوذ قرار دیتے ہیں اور اردو عبارت کے ساتھ ہی انگریزی متن بھی درج کرتے ہیں تاکہ موازنہ سے واضح ہو جائے کہ حالی کے خیالات میں ورڈز ورتھ کے خیالات کا عکس

نمایاں ہے:

> "The earliest poets of all nations wrote from passion, excited from real events. They wrote naturally and as men feeling powerfully as they did, Their language was daring and figurative. In succeeding times poets and men ambitious of the fame of poets perceiving the influence of such language, without being animated with the same passion, set themselves to a mechanical adoptation of those figures of speech and applied them to feelings and thoughts with which they had no natural connection whatsoever, A language was thus insensibily, differing naturally from the real language of men in any situation." (2)

کلیم الدین احمد، حالی کے نیچرل شاعری کے تصور کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ اصطلاح ''نیچرل شاعری'' چوں کہ اس دور میں مروج تھی اس لیے حالی نے اس کی اہمیت پر زور دیا۔کلیم الدین احمد کی رائے حالی کے موافق نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''حالی کے کہنے کا مقصد بس اسی قدر ہے کہ اگر متاخرین قدما کے بندھے ٹکے مضامین کی الٹ پھیر کرتے رہیں گے تو ان کی شاعری ان نیچرل (یعنی ناکامیاب ہو جائے گی)، یہ معمولی سی بات ہے۔اس پر طومار باندھنے کی ضرورت نہیں۔ پھر حالی کی نظر کے سامنے کوئی ایسا معیار نہیں جس سے وہ نیچرل شاعری کی پستی یا بلندی کا پتہ لگا سکیں۔'' (۳)

مقدمہ شعر و شاعری کی ایک اہم بحث ''شاعری کی شرطیں'' ہے۔ حالی نے اچھی شاعری کے لیے تین شرائط (i) تخیل (ii) مطالعۂ کائنات (iii) تفحص الفاظ ضروری قرار دیں۔ حالی نے تخیل کو وہبی صلاحیت قرار دیا۔ شاعر قوت متخیلہ کا اکتساب نہیں کر سکتا۔ یہ وہ خوبی ہے جو شاعر کو وقت اور زمانے کی قید سے آزاد کر دیتی ہے۔ اگر کسی شاعر میں تخیل کی خوبی اعلیٰ درجے کی ہو اور باقی شرائط میں کچھ کمی رہ جائے تب بھی اعلیٰ اور معیاری شاعری وجود میں آ سکتی ہے۔ حالی کا بیان ہے:

> ''۔۔۔وہ ایک ایسی قوت ہے کہ معلومات کا ذخیرہ جو تجربہ یا مشاہدہ کے ذریعہ سے ذہن میں پہلے سے مہیا ہوتا ہے یہ اس کو مکرّر ترتیب دے کر ایک نئی صورت بخشتی ہے اور پھر اس کو الفاظ کے ایسے دل کش پیرایہ میں جلوہ گر کرتی ہے جو معمولی پیرایوں سے بالکل یا کسی قدر الگ ہوتا ہے۔'' (۴)

حالی نے قوت متخیلہ کے بھرپور امکانات کی نشان دہی عمدہ طریقے سے کی ہے۔ انھوں نے خیال کے ساتھ ساتھ الفاظ کی اہمیت کو بھی اجاگر کیا ہے کہ لفظ و معنی کے باہمی رشتے سے ہی شعر کا حسن نکھرتا ہے۔ حالی کے اس اہم تصور کے حوالے سے متضاد آراء سامنے آتی ہیں مثلاً کلیم الدین احمد تخیل کی بیان کردہ تعریف کو ناکافی خیال کرتے ہیں کہ حالی نے تخیل کے تصور کا صحیح ادراک نہیں کیا۔ وہ حالی کے متعلق لکھتے ہیں:

''وہ ''فینسی'' اور ''امیجنیشن'' میں امتیاز نہیں کرتے۔ ''فینسی'' وہ طاقت ہے جو شاعر کو وقت اور زمانے کی قید سے آزاد کرتی ہے۔۔۔ ''امیجنیشن'' وہ قوت ہے جو معلومات کے ذخیرے کو مکرّر ترتیب دے کر ایک نئی صورت بخشتی ہے۔ وہ خزف ریزہ اور درشہوار میں تمیز نہیں کرتے۔''(۵)

ممتاز حسین بھی حالی کے متعلق کم و بیش ایسی ہی رائے رکھتے ہیں کہ:

''تخیل اور فینسی کے وظائف کے درمیان جو فرق ہے حالی اس فرق کو سمجھنے سے قاصر رہے، حالی نے جو کچھ تخیل کی تعریف سے متعلق لکھا ہے اس کا اطلاق فینسی پر ہوتا ہے نہ کہ تخیل یا امیجنیشن پر۔''(۶)

وارث علوی، حالی کے ہم نوا نظر آتے ہیں کہ انھوں نے تخیل کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کی بنیاد ضرور مغربی خیالات پر رکھی گئی ہے لیکن حالی کے تصورِ تخیل کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ ان کی رائے ہے:

''وہ تخیل کے موضوع پر کچھ ایسی کام کی باتیں بتانا چاہتے تھے جو تخلیق شعر کے عمل پر کچھ روشنی ڈال سکے۔ چنانچہ انھوں نے جانسن، مکالے وغیرہ کے یہاں سے اس موضوع پر جو کچھ تھوڑا بہت مواد مل سکتا تھا اس سے فائدہ اٹھایا اور اس مواد کو بنیاد بنا کر تخیل کی ایسی تعریف کی جو آج بھی اردو تنقید میں حرفِ آخر کا مقام رکھتی ہے۔''(۷)

حالی نے تفحص الفاظ کو بھی ضروری شرط قرار دیا کیوں کہ الفاظ ہی خیال کی ترسیل کا ذریعہ بنتے ہیں۔ لفظ و معنی کے درمیان وحدت ہونی چاہیے تاکہ ابلاغ کا مرحلہ بآسانی طے ہو سکے۔ حالی سمجھتے تھے کہ خیال لفظوں کی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ حالی ''مقدمہ'' میں لکھتے ہیں:

''کائنات کے مطالعہ کی عادت ڈالنے کے بعد دوسرا نہایت ضروری مطالعہ یا تفحص ان الفاظ کا ہے جن کے ذریعہ سے شاعر کو اپنے خیالات مخاطب کے روبرو پیش کرنے ہیں۔۔۔ شعر کی ترتیب کے وقت اول متناسب الفاظ کا انتخاب کرنا اور پھر ان کو ایسے طور پر ترتیب دینا کہ شعر سے معنی مقصود کے سمجھنے میں مخاطب کو کچھ تردد باقی نہ رہے اور خیال کی تصویر ہو بہو آنکھوں کے سامنے پھر جائے اور باوجود اس کے اس ترتیب میں ایک جادو مخفی ہو جو مخاطب کو مسخر کرے۔ اس مرحلہ کا طے کرنا جس قدر دشوار ہے اسی قدر ضروری بھی ہے۔''(۸)

وارث علوی، حالی کے خیالات سے متفق نظر آتے ہیں کہ الفاظ کی بدولت ہی بہترین اظہار ممکن ہے۔ اچھے

خیال کو اچھے الفاظ میسر نہ آئیں تو شعر کی تاثیر نہ ہونے کے برابر رہ جاتی ہے چاہے خیال کتنا ہی عمدہ کیوں نہ ہو۔ شاعر کی شعوری کاوش اور محنت کی بدولت ہی اچھے الفاظ، خیال کو حسن عطا کرتے ہیں۔ ان کی رائے ہے:

''تخلیق شعر کے عمل ہی کے مانند تفحص الفاظ کا عمل شعوری بھی ہوتا ہے اور غیر شعوری بھی۔ اگر الفاظ اور خیالات ساتھ ساتھ جنم لیں تو اولین اظہار ہی کو مکمل ترین اظہار ہونا چاہیے۔ لیکن ایسا بہت ہی شاذ صورتوں میں ہوا ہے اور قطع و برید، ترمیم و اضافہ، حک و اصلاح کا عمل ہر شعر و نظم پر ہوتا رہا ہے۔ الفاظ کی یہ بخیہ گری اور زبان کی ادھیڑ بن ہی اس تصور کی جزوی صداقت کا ثبوت ہے کہ اسلوب خیال کا لباس ہے۔'' (۹)

ڈاکٹر وحید قریشی، حالی کے اس نظریے کو رَد کر دیتے ہیں کہ اسلوب خیال کا لباس ہے۔ وہ اسے قدیم تصور قرار دیتے ہیں جب خیال اور لفظ کے درمیان دوئی تصور کی جاتی تھی اور لفظ اور معنی کے درمیان تعلق کو جسم اور لباس کے رشتہ سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ ڈاکٹر وحید قریشی کے مطابق اچھی شاعری میں ہمیشہ لفظ اور معنی مربوط ہوتے ہیں۔ لفظ اور معنی کی یہ تقسیم درست نہیں ہے۔ وہ حالی کے متعلق رائے دیتے ہیں:

''شاعرانہ تجربے کو خیال کہنا اور پھر اسے معانی سے جدا کر دینا اور شاعروں کو اوگھٹ گھاٹیاں دکھانا۔ پھر یہ سمجھ بیٹھنا کہ خیالات سانچوں میں فٹ کیے جاتے ہیں اور اس طرح شاعرانہ عمل کو ایک معمار کی تشبیہ دے کر تجربے کی اپنی حیثیت اور اہمیت کو نظر انداز کر کے تشبیہ کی جزئیات میں لگ جانا آخر یہ سب منطقی مغالطہ نہیں تو اور کیا ہے۔'' (۱۰)

حالی نے **مقدمہ شعر و شاعری** میں بہت سے مفید نکات بیان کیے ہیں ان کے خیالات دنیائے شعر و ادب میں ایک نئی آواز ثابت ہوئے جسے قبول کرنے کے لیے کچھ عرصہ درکار تھا۔ حالی نے اچھے شعر کے لیے تین خوبیاں (i) سادگی (ii) اصلیت (iii) جوش ضروری قرار دیں۔ حالی کا خیال تھا کہ ان خوبیوں کی بدولت ہی شعر درجۂ کمال تک پہنچ سکتا ہے۔ وہ ''مقدمہ'' میں اپنے خیالات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہمارے نزدیک کلام کی سادگی کا معیار یہ ہونا چاہیے کہ خیال کیسا ہی بلند اور دقیق ہو مگر پیچیدہ اور ناہموار نہ ہو اور الفاظ جہاں تک ممکن ہوں تحاور اور روزمرہ کی بول چال کے قریب قریب ہوں۔''

''اصلیت پر مبنی ہونے۔۔۔ یہ مراد ہے کہ جس بات پر شعر کی بنیاد رکھی گئی ہے وہ نفس الامر میں یا لوگوں کے عقیدہ میں یا محض شاعر کے عندیہ میں فی الواقع موجود ہو یا ایسا معلوم ہوتا ہو کہ اس کے عندیہ میں فی الواقع موجود ہے۔''

''جوش سے یہ مراد ہے کہ مضمون ایسے بے ساختہ الفاظ اور مؤثر پیرایے میں بیان کیا جائے جس سے معلوم ہو کہ شاعر نے اپنے ارادہ سے یہ مضمون نہیں باندھا بل کہ خود مضمون نے شاعر کو مجبور کر کے اپنے تئیں اس سے بندھوایا ہے۔'' (۱۱)

حالی کے اس اہم تصور کے متعلق ناقدین کے ہاں ملی جلی آراء نظر آتی ہیں۔ ڈاکٹر وحید قریشی سادگی کی محولہ بالا تعریف کو ناکافی سمجھتے ہیں کہ اگر حالی کی تعریف کو سچ مان لیا جائے تو غالبؔ، اقبالؔ وغیرہ جیسے عظیم شعرا کا کلام سادگی کے معیار پر پورا نہیں اترے گا اور انفرادی خیالات کا راستہ بھی بند ہو کر رہ جائے گا۔ ڈاکٹر وحید قریشی رقم طراز ہیں:

''۔۔۔حالی کا ہر ذہن سے مصالحت کا اصول شاعر کو مجبور کرتا ہے کہ وہ ایسے خیالات اور احساسات پیش کرے جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے ہوں۔ اس سے ایک طرف تو سادگی کے مفہوم میں یہ کمی واقع ہوئی کہ چند تجربوں پر تخیل کی بنیاد رکھ کر نئے نئے مضمون پیدا ہونے بند ہوئے۔ دوسری طرف انفرادی سوچ پر بھی پابندی لگ گئی۔'' (۱۲)

ممتاز حسین نے حالی کی ''اصلیت'' کی تعریف کو سراہا ہے کہ یہ درست ہے کہ حالی نے یہ خیال کولرج سے اخذ کیا لیکن اس کی تفہیم و تشریح عمدگی سے کی۔ ان کا بیان ہے:

''ہمارے بعض ایسے نقاد جو کولرج کی شرح سے واقف نہ تھے انھوں نے لفظ (Sensuous) کا ترجمہ حالی کے یہاں ''اصلیت'' دیکھ کر یہ لکھا ہے کہ حالی نے اس لفظ کا ترجمہ غلط کیا ہے مگر کولرج کی شرح دیکھنے کے بعد یہ کہنا پڑتا ہے کہ حالی نے جو ترجمہ لفظ (Sensuous) کا اصلیت سے کیا ہے وہ اصل مفہوم سے زیادہ دور نہیں ہے۔'' (۱۳)

کلیم الدین احمد نے حالی کی ''جوش'' کی بیان کردہ تعریف کو عمدہ متصور کیا ہے کہ حالی کی اس بات کی اہمیت کو اب تک نظر انداز کیا گیا ہے جب کہ اس پر عمل کرنے سے شعر و ادب کا معیار بلند کیا جا سکتا ہے۔ کلیم الدین احمد کا بیان دیکھیے:

''حالی نے یہ سچ کہا ہے کہ جوش سے یہ مراد نہیں کہ مضمون خواہ مخواہ نہایت زوردار اور جوشیلے لفظوں میں ادا کیا جائے۔ ممکن ہے کہ الفاظ نرم و ملائم اور دھیمے ہوں مگر ان میں غایت درجہ کا جوش چھپا ہوا ہو کاش اردو شعرا اس جملے کی اہمیت کو سمجھیں۔'' (۱۴)

مقدمے کا اصنافِ سخن والا حصہ اور اس پر تنقید:

غزل: ''مقدمہ'' کے آخری حصے میں حالی نے اصلاحِ سخن کے لیے کچھ تجاویز پیش کیں۔ وہ مقبول اصنافِ سخن مثلاً غزل، مرثیہ وغیرہ کی اصلاح کے خواہش مند تھے۔ حالی نے غزل کو سب سے اہم اور مقبول صنف قرار دیا کہ اس کے اشعار اثر پذیری میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ حالی کو غزل پر سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ اسے عشق کے دائرہ تک محدود کر دیا گیا ہے اور دوسرے ایسے الفاظ جو محبوب کے صیغے کو (یعنی وہ مذکر ہے یا مونث) واضح کر دیں ان کے غزل میں استعمال سے شعرا کو پرہیز کرنا چاہیے۔ ایسے مشخص الفاظ (مذکر، مونث) غزل کی خوب صورتی کو مجروح کرتے ہیں۔ حالی کا بیان ہے:

''ہماری رائے یہ ہے کہ غزل میں جو عشقیہ مضامین باندھے جائیں وہ ایسے جامع الفاظ میں ادا کیے جائیں جو دوستی اور محبت کی تمام انواع و اقسام اور تمام جسمانی اور روحانی تعلقات پر حاوی ہوں اور جہاں تک ہو سکے کوئی ایسا لفظ نہ آنے پائے جس سے کھلم کھلا مطلوب کا مرد یا عورت ہونا پایا جائے۔''(۱۵)

حالی کا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اصنافِ سخن کے حوالے سے مفید نکات پیش کیے۔ حالی کی رائے سے اتفاق یا اختلاف ممکن ہے لیکن ان کی تنقیدی بصیرت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ احسن فاروقی، حالی کے اصلاحی نقطۂ نگاہ کو مسترد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''غزل کو اخلاقی بنانے کی جو صلاح انھوں نے دی ہے وہ اس صنف کے لیے پیغام موت سے کم نہیں۔۔۔ حالی کے یہاں بحیثیت شاعر و تنقید نگار یہ بہت ہی بڑی کمی ہے کہ وہ واردات قلبی سے بالکل مانوس نہیں عملی حیثیت سے وہ خشک شاعر اور خشک نقاد ہی رہ جاتے ہیں۔''(۱۶)

ڈاکٹر وحید قریشی کی رائے بھی احسن فاروقی کے قریب قریب ہی ہے:

''وہ عشقیہ خیالات سے بیزار ہیں، چولی اور چوٹی سے ڈرتے ہیں اور پڑھنے والوں کو بڑے مزے کے فیصلے بھی دے جاتے ہیں۔''(۱۷)

وارث علوی تجزیہ کرتے ہوئے رائے دیتے ہیں کہ حالی کا مقصد ضرور اصلاحی تھا لیکن ان کی تنقید کو غزل کے پس منظر میں ہی رکھ کر دیکھنا چاہیے۔ حالی غزل کو بہتر بنانے کے لیے یہ تجاویز دے رہے تھے۔ وارث علوی لکھتے ہیں:

''غزل کی تنقید میں ان کے پیش نظر ایک ہی مقصد ہے اور یہ مقصد ہر بڑے نقاد اور فن کار کے سامنے ہوتا ہے کہ غزل کو ابتذال سے کیسے بچایا جائے۔۔۔ یہ نہ سمجھیے کہ حالی کی یہ تنقید محض اصلاحی ہے۔ حالی کی یہ تنقید کلاسیکی بنیادوں پر شاعرانہ مذاق کی تخلیق کی طرف پہلا قدم ہے۔''(۱۸)

مرثیہ: حالی نے مرثیہ کی اصلاح کے لیے بھی چند مشورے دیے۔ حالی مرثیے کے مضامین میں وسعت پیدا کرنا چاہتے تھے کہ اسے واقعۂ کربلا تک محدود کر دینا مناسب نہیں۔ انھوں نے مرثیے میں موجود اخلاقی شاعری کے اعلیٰ معیار کو سراہا لیکن وہ مرثیے کے لوازمات سے متفق نظر نہیں آتے۔ حالی کے مطابق میر انیس اور دبیر نے جس نہج پر مرثیہ کو پہنچا دیا ہے بعد میں آنے والے شاعر اس معیار تک نہیں جا سکتے۔ بہتر ہے کہ اب شعرا ملی شخصیات کے مرثیوں کی جانب توجہ کریں:

''مرثیہ میں رزم و بزم اور فخر و خودستائی اور سراپا وغیرہ کو داخل کرنا۔ لمبی لمبی تمہیدیں اور توطئے باندھنا، گھوڑے اور تلوار وغیرہ کی تعریف میں نازک خیالیاں اور بلند پروازیاں کرنی اور شاعرانہ ہنر دکھانے مرثیہ کے موضوع کے بالکل خلاف ہیں۔''(۱۹)

حالی کی مرثیے پر تنقید کو ناقدین نے سراہا ہے کہ ان کی تجاویز مناسب ہیں اور حالی نے تبصرہ نگاری کا عمدہ آغاز فراہم کیا ہے۔ اسی حوالے سے وارث علوی لکھتے ہیں:

''حالی غیر شعوری طور پر یہ محسوس کرتے ہیں کہ مرثیہ کا فارم چند روایتوں کا مجموعہ بن گیا ہے اور ان روایتوں کو مرثیہ گو شعرا نے اتنی شدت سے برتا ہے کہ مرثیہ ایک فارم نہیں رہا بل کہ فارمولا بن گیا ہے اور شاعر اس فارمولے میں قید ہو کر بڑی شاعری کے امکانات خود پر ختم کر دیتا ہے۔''(۲۰)

قصیدہ و مثنوی: حالی نے قصیدہ میں مبالغے کے بے جا عنصر پر تنقید کی کہ مدح و ذم میں شاعر اعتدال کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے۔ مدح خوشامد کی ذیل میں داخل ہو جاتی ہے اور مذمت میں طعن و تشنیع کا پہلو بدرجہ اتم بڑھ جاتا ہے۔ حالی نے قصیدہ کے ساتھ ساتھ مثنوی پر بھی بحث کی ہے۔ حالی کی یہ بحث سرسری ضرور ہے لیکن مفید ہے۔ وہ مثنوی کو مفید اور کارآمد صنف قرار دیتے ہیں لیکن اسے مبالغے سے پاک رکھنا حالی کا مقصود ہے۔ حالی مثنوی کے لفظاً و معناً نیچرل ہونے کی تلقین کرتے ہیں اسی لیے احسن فاروقی کا تبصرہ ہے''مثنوی کے سلسلہ کی پوری بحث نہایت دل چسپ ہے اور اردو میں ریویو نگاری کی بنیاد مستحکم کرتی ہے۔''(۲۱) حالی نے عملی تنقید کے جو نمونے پیش کیے ہیں ان کی اہمیت آج بھی بدستور برقرار ہے۔

مقدمہ شعر و شاعری کی ایک اہم خوبی یہ بھی ہے کہ حالی کا جو تنقیدی اسلوب ہے وہ بہت عمدہ ہے ان کی نثر میں صفائی، سادگی اور روانی کی خصوصیات ملتی ہیں۔ حالی کے اسلوب کی تعریف تقریباً سبھی ناقدین نے کی ہے۔ کلیم الدین احمد جیسے سخت گیر نقاد بھی اسلوبِ حالی کے مداح نظر آتے ہیں:

''حالی نے صاف اور سادہ طرز ایجاد کی لیکن اس طرز میں بے رنگی نہیں، پھسپھساپن نہیں۔ اس میں ایک لطافت ہے۔ ایک جاذبیت ہے۔ ایک رنگینی بھی ہے اور پھر یہ تنقیدی مسئلوں پر بحث کرنے کے لیے موزوں بھی ہے۔''(۲۲)

احسن فاروقی بھی حالی کے اسلوب کی دل کشی کے قائل نظر آتے ہیں:

''حالی کو فطرت نے نقاد کی ہستی عطا کی تھی اور جب یہ ہستی ان کے طرز میں نمایاں ہوئی تو ان کی نثر کا مثالی تنقیدی نثر ہونا ضروری تھا۔ نفسیاتی رو سے تنقیدی نثر کی سب سے ضروری صفت ''وضاحت'' (Exposition) ہونا چاہیے اور دوسری ''ذہانت'' (Intelligence) اور تیسری ''بلاغت'' (Eloquence) اور یہ تینوں صفتیں حالی کے رنگ کا طرۂ امتیاز ہیں۔''(۲۳)

حالی کے **مقدمہ شعر و شاعری** کی خوبیوں کا جہاں استحسان کیا گیا وہاں چند ایک اعتراضات بھی سامنے آئے۔ مثلاً ایک بنیادی اعتراض یہ رہا کہ حالی کا نقطۂ نظر اصلاحی و مقصدی تھا اس لیے وہ ایک معلم اخلاق بن کر ابھرے۔ ڈاکٹر وحید قریشی اور احسن فاروقی یہی رائے رکھتے ہیں لیکن ممتاز حسین اور وارث علوی، حالی کی

حمایت کرتے ہیں کہ اس دور کے ادب کی جو حالت ہو چکی تھی اس میں حالی کا اخلاقی نقطۂ نظر ناگزیر تھا۔ممتاز حسین نے حالی کی بھرپور وکالت کی:

> ''حالی کی نئی شاعری اور ان کی نئی تنقید کثیر المقاصد تھی۔ اس کا ایک مقصد ہمارے اس مذاق شاعری کی اصلاح کا تھا جو شعرائے متاخرین کے ہاتھوں پروان چڑھ رہا تھا۔''(۲۴)

مقدمہ شعر و شاعری کو ناقدین نے بہت سراہا لیکن حالی کے بعض تصورات ونظریات مغربی مفکرین سے ماخوذ تھے، اس خوشہ چینی کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ حالی انگریزی سے براہِ راست واقف نہ تھے۔ وہ پنجاب بک ڈپو میں مترجم کی ملازمت کر چکے تھے۔ انھوں نے مغربی خیالات سے جو استفادہ کیا اس کی بہترین صورت **مقدمہ شعر و شاعری** میں نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی اور کلیم الدین احمد، حالی کے بعض تصورات کی تشریح کو عمدہ خیال کرتے ہیں اور بعض مقامات پر حالی کی ترجمانی سے اتفاق نہیں کرتے۔ جیسا کہ ہم پچھلے صفحات میں دیکھ چکے ہیں ممتاز حسین اور وارث علوی حالی کی تعریف کرتے ہیں کہ انھوں نے بالواسطہ استفادہ ضرور کیا لیکن حالی کے جو تنقیدی خیالات سامنے آئے وہ بے مثال ہیں۔ممتاز حسین رقم طراز ہیں:

> ''وہ براہ راست انگریزی ادب سے واقف نہ تھے۔ بیشتر ان کے ترجموں سے کام نکالا، یا پھر کسی انگریزی داں سے رجوع کیا۔ ایسی صورت میں اگر انھوں نے کسی عبارت کا صحیح ترجمہ نہیں کیا ہے تو اس سے ان کی اہلیت یا صلاحیت پر حرف نہیں آتا ہے۔۔۔ حالی کے مقدمے کے حوالے کے بغیر اردو تنقید کی تاریخ لکھنا ایک فعلِ عبث ہوگا۔''(۲۵)

حالی کے ''مقدمہ'' پر کیے گئے اعتراضات زیادہ وقیع نہیں ہیں۔ حالی کے نظریۂ اخلاق کے حق میں یہ بات جاتی ہے کہ نقادفن پارے کی تفہیم، تشریح اور تعبیر کے ساتھ ساتھ اصلاح کا فریضہ بھی انجام دیتا ہے اور حالی کا مطمحِ نظر بھی یہ تھا کہ اپنے دور کے ادب کی اصلاح کریں۔ حالی کے **مقدمہ شعر و شاعری** کو ان کے عہد کے تناظر میں رکھ کر دیکھنا چاہیے۔ سرسید کے زیرِاثر اگر ان میں اصلاحی و مقصدی پہلو زیادہ نمایاں ہو گیا تو یہ بات قابلِ اعتراض ہرگز نہیں ہے۔ حالی کا ''مقدمہ'' اردو تنقید کی اوّلین کاوش ہے اور حالی کے سامنے کوئی تنقیدی نمونہ موجود نہ تھا۔ حالی دراصل اپنے دیوان کا مقدمہ لکھ رہے تھے جس نے اردو تنقید کو ایسے افکار دیے جو آج بھی منارۂ نور کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حالی پر مغرب سے اخذ وقبول کا جو اعتراض کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے مذکورہ بالا ناقدین اس حقیقت کو نظرانداز کر گئے ہیں کہ ہم تو آج تک مغرب سے تنقیدی نظریات مستعار لے رہے ہیں۔ حالی کا کمال تو یہ ہے کہ انگریزی زبان سے بالواسطہ استفادہ کرنے کے باوجود ایسے خیالات پیش کیے جو آج بھی اردو تنقید کی بنیاد ہیں۔ حالی کے بعد بہت سے ناقدین انگریزی زبان میں مہارت رکھتے تھے لیکن ان کے تنقیدی کارنامے، حالی کے ''مقدمہ'' کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ ہمیں حالی کی تنقیدی بصیرت اور صلاحیت کا برملا اعتراف کرنا چاہیے۔

مقدمہ شعر و شاعری نے نئے تنقیدی مباحث کو جنم دیا، نئے مکاتبِ فکر کی بنیاد رکھی۔ گزشتہ صفحات

میں جو نکات بیان ہوئے ہیں ان کی روشنی میں ناقدین کو بآسانی مختلف مکاتبِ فکر میں تقسیم کیا جا سکتا ہے مثلاً ایک گروہ ان ناقدین کا ہے جو کٹرے اور سخت گیر نقاد ہیں۔ ان میں سرِ فہرست کلیم الدین احمد اور ڈاکٹر وحید قریشی ہیں۔ انھوں نے تحسین کی بجائے تنقیص سے زیادہ کام لیا ہے۔ حالی کی تعریف بھی کی ہے لیکن اس میں بھی کہیں نہ کہیں اختلافی پہلو ضرور نکال لیا ہے۔ ان دونوں نے مغربی پیمانوں پر **مقدمہ شعر و شاعری** کو پرکھا ہے اور حالی کے کارنامے کی عظمت کا اعتراف کھلے دل سے نہیں کیا ہے۔

حالی کے **مقدمہ شعر و شاعری** کے مداح ناقدین میں احسن فاروقی اور وارث علوی کا شمار ہوتا ہے۔ احسن فاروقی نے توازن اختیار کیا ہے اور حالی کی خوبیوں اور کمزوریوں کا برملا اظہار کیا ہے۔ ان کا انداز شائستہ اور دھیما ہے۔ یہاں احسن فاروقی ایک معتدل نقاد کی حیثیت سے کامیاب نظر آتے ہیں۔ وارث علوی نے **مقدمہ شعر و شاعری** کی کاملاً تحسین کی ہے۔ ان کے ہاں عقیدت مندی کا پہلو نمایاں ہے۔ وارث علوی کا جھکاؤ حالی کی طرف ہے اور وہ ''مقدمہ'' پر کی گئی تنقید کو نشانۂ تنقید بناتے ہیں۔

چند ناقدین دونوں گروہوں کے سنگم پر کھڑے نظر آتے ہیں۔ اس کی مثال ممتاز حسین ہیں۔ انھوں نے تنقید کے ساتھ ساتھ تحقیق بھی خوب کی ہے۔ ممتاز حسین نے حالی کے چند تصورات ہی اپنی کتاب ''حالی کے شعری نظریات ایک تنقیدی مطالعہ'' میں بیان کیے ہیں۔ ممتاز حسین کا کمال یہ ہے کہ حالی کے مقدمہ کے اصل مآخذ کو تلاش کرنے کی جستجو کی ہے اور چیدہ چیدہ مقامات پر ''مقدمہ'' کے اقتباسات اور اصل انگریزی اقتباسات پہلو بہ پہلو پیش کیے ہیں تا کہ موازنے و تقابل سے حالی کے افکار و نظریات کے اصل مآخذ واضح ہو سکیں۔

گزشتہ صفحات کی بحث کا نچوڑ یہ ہے کہ حالی کے **مقدمہ شعر و شاعری** کی عظمت کو جھٹلانا ممکن نہیں۔ یہ اردو تنقید کا باضابطہ اور باقاعدہ آغاز ہے۔ اس کتاب کے بعد جتنے بھی تنقیدی مباحث سامنے آئے ان سب کی بنیاد ''مقدمہ'' کی تحسین یا تنقیص پر ہی رکھی گئی ہے۔ حالی کے خلوص اور سادہ و پراثر اسلوب نے **مقدمہ شعر و شاعری** کو وہ لازوال کتاب بنا دیا ہے جس کی تاریخی اہمیت تو مسلّمہ ہے ہی لیکن حالی کے تنقیدی اسلوب کا جادو بھی سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ بلاشبہ **مقدمہ شعر و شاعری** اردو تنقید میں بے مثال عظمت کی حامل ہے۔

حوالہ جات:

(۱) زکریا، خواجہ محمد، ڈاکٹر (مدیر عمومی)۔ **تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند** (جلد چہارم)۔ لاہور: پنجاب یونیورسٹی پریس، طبع دوم ۲۰۱۰ء، ص ۸۹

(۲) ممتاز حسین۔ **حالی کے شعری نظریات ایک تنقیدی مطالعہ**۔ کراچی: سعد پبلی کیشنز، فروری ۱۹۸۸ء، ص ۱۶۱۔۱۶۲

(۳) کلیم الدین احمد۔ **اردو تنقید پر ایک نظر**۔ لاہور: عشرت پبلشنگ ہاؤس، سنہ ندارد، ص ۱۰۶

(۴) احسن فاروقی (مرتب)۔ **مقدمہ شعر و شاعری مع تنقیدی جائزہ**۔ لاہور: پاپولر پبلشنگ ہاؤس، طبع دوم جنوری ۲۰۰۰ء، ص۳۳
(۵) کلیم الدین احمد۔ **اردو تنقید پر ایک نظر**، ص۴۵۔۹۵
(۶) ممتاز حسین۔ **حالی کے شعری نظریات ایک تنقیدی مطالعہ**، ص۱۱۷
(۷) وارث علوی۔ **حالی مقدمہ اور ہم**۔ الہ آباد: اردو رائٹرس گلڈ، بار اول ۱۹۸۳ء، ص۲۱
(۸) احسن فاروقی (مرتب)۔ **مقدمہ شعر و شاعری مع تنقیدی جائزہ**، ص۷۴۔۷۵
(۹) وارث علوی۔ **حالی مقدمہ اور ہم**، ص۶۲
(۱۰) وحید قریشی، ڈاکٹر۔ **مطالعۂ حالی**۔ لاہور: استقلال پریس، بار اول ۱۹۶۱ء، ص۶۳
(۱۱) احسن فاروقی (مرتب)۔ **مقدمہ شعر و شاعری مع تنقیدی جائزہ**، ص۸۷۔۹۱
(۱۲) وحید قریشی، ڈاکٹر۔ **مطالعۂ حالی**، ص۴۸
(۱۳) ممتاز حسین۔ **حالی کے شعری نظریات ایک تنقیدی مطالعہ**، ص۵۱
(۱۴) کلیم الدین احمد۔ **اردو تنقید پر ایک نظر**، ص۱۰۰۔۱۰۱
(۱۵) احسن فاروقی (مرتب)۔ **مقدمہ شعر و شاعری مع تنقیدی جائزہ**، ص۱۳۵
(۱۶) ایضاً، ص۸۔۹
(۱۷) وحید قریشی، ڈاکٹر۔ **مطالعۂ حالی**، ص۷۶
(۱۸) وارث علوی۔ **حالی مقدمہ اور ہم**، ص۱۱۴
(۱۹) احسن فاروقی (مرتب)۔ **مقدمہ شعر و شاعری مع تنقیدی جائزہ**، ص۱۸۹
(۲۰) وارث علوی۔ **حالی مقدمہ اور ہم**، ص۴۷
(۲۱) احسن فاروقی (مرتب)۔ **مقدمہ شعر و شاعری مع تنقیدی جائزہ**، ص۲۴
(۲۲) کلیم الدین احمد۔ **اردو تنقید پر ایک نظر**، ص۱۰۷
(۲۳) احسن فاروقی (مرتب)۔ **مقدمہ شعر و شاعری مع تنقیدی جائزہ**، ص۳۳
(۲۴) ممتاز حسین۔ **حالی کے شعری نظریات ایک مطالعہ**، صii (حرفِ آغاز)
(۲۵) ایضاً، صv

ooo